زکوۃ کے مصارف اور عصری مسائل

مفتی محمد رفیق الحسنی

زکوۃ اور عشر کے مستحق جن کو زکوۃ کا مال دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کو زکوۃ کا مال دیا جائے تو زکوۃ ادا نہیں ہوتی' ان مصارف کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے (سورۃ توبہ: آیت/۶۰)

''انما الصدقت للفقراء والمساكين والعملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغرمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم''

ترجمہ: بے شک صدقات وزکوۃ تو انہی لوگوں کے لئے ہیں جو فقراء اور مساکین اور جو اسے حاصل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام کی الفت دی جائے اور غلام آزاد کرنے اور قرا ضداروں کو اور اللہ تعالی کی راہ میں اور مسافروں کو' یہ اللہ تعالی کی جانب سے فرض ہے' اللہ تعالی علم اور حکمت والا ہے۔

زکوۃ کے مستحقین آٹھ لوگ ہیں۔(۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عامل (۴) مکاتب (۵) مؤلفۃ القلوب (۶) مدیون (۷) فی سبیل اللہ اور (۸) ابن السبیل (مسافر)۔ اور خمس کے مصارف کا ذکر سورۃ انفال آیت ۴۱ میں موجود ہے جو کہ فقہ کی کتابوں میں جہاد کے ابواب میں ذکر کیا گیا ہے جو لوگ غنیمت کے مستحق ہیں وہی لوگ معادن اور کنوز میں خمس کے مستحق ہیں۔ انشاء اللہ تعالی آئندہ ان کا ذکر کیا جائے گا۔

پہلا مصرف: فقیر

فقیر زکوۃ کا مستحق ہوتا ہے' فقیر وہ شخص ہے جو مال نامی کے نصاب سے کم مقدار کا مالک ہو یا مال نامی کے نصاب کا مالک ہو مگر وہ نصاب دَین میں غرق ہو۔ (درمختار/ ردالمختار)

مال نامی سے مراد نقود اور تجارت کے اموال ہوتے ہیں۔ فقیر سے مراد وہ ہے جو مذکورہ تین مالوں

میں سے اورحاجت اصلیہ سے زائد کسی دوسرے مال سے دوسو درہم(ساڑھے باون تولے ۶۳۶.۱۴۸ گرام چاندی) کی مالیت کے مال کا مالک نہ ہو۔اس کی توضیح یہ ہے کہ نصاب کے دوقسم ہیں:

ایک نصاب وہ ہے جس کی وجہ سے نصاب کے مالک پرزکوۃ واجب ہواوردوسرا نصاب وہ ہے جس کی وجہ سے نصاب کے مالک پرقربانی اورصدقۃ الفطر،اورقریبی محرم لوگوں کا نفقہ واجب ہواوروہ زکوۃ کا مصرف نہ ہواوراسے زکوۃ لینا حرام ہومگراس پراپنے مال کی زکوۃ بھی واجب نہ ہو۔

نصاب موجب زکوۃ مال نامی کا وہ نصاب ہے جودَین سے خالی ہومثلاً سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اورچاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اورمال تجارت کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا ہونا۔ان تینوں اموال کے نصاب کے مالک پرقربانی اورصدقۃ الفطر اورقریبی محرم لوگوں کا نفقہ کے علاوہ زکوۃ بھی واجب ہوتی ہے۔

دوسرانصاب مال کا وہ نصاب ہے جومالی نامی کا نصاب نہ ہویعنی مذکورہ تین اموال میں کسی کا کامل نصاب نہ ہوبلکہ اس کی قیمت نصاب بنتی ہویاحاجت اصلیہ سے زائدغیرنامی مال کا نصاب ہوکہ اس کی مالیت چاندی یاسونے کے نصاب کی مالیت کے برابرہواوروہ مال حاجات اصلیہ کے اموال سے نہ ہواوردَین سے خالی ہوایسے نصاب کے مالک پرزکوۃ تو واجب نہیں ہوتی کیونکہ زکوۃ کا تعلق تحقیقاً یاتقدیراً مال نامی کے ساتھ ہوتا ہے مگرایسے شخص پرزکوۃ لینا حرام ہوتا ہے ایسا آدمی غنی کہلاتا ہے فقیرنہیں ہوتا اس لئے اس کوزکوۃ لینا حرام ہوتا ہے۔

مثلاًکسی شخص کے ملک میں استعمال اورزینت کے لئے یاقوت یازمرداوردیگرقیمتی جواہرموجود ہیں جن کی قیمت میں چاندی کا ایک نصاب یامتعددنصاب بن سکتے ہیں مگریہ جواہرتجارت کے لئے نہیں ہیں،وہ غنی ہے،اس پرزکوۃ واجب نہیں ہے۔چونکہ جواہرمال نامی نہیں اس لیے ان کے مالک پران کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی مگرایسے آدمی پرصدقۃ الفطر اورقربانی واجب ہے۔تفصیل پہلے گذرچکی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"والحاصل ان النصاب قسمان موجب للزکوۃ وھوالنامی الخالی عن الدَین وغیرموجب لھا،وھوغیرہ فان کان مستغرقاً بالحاجۃ لمالکہ اباح اخذھاوالاحرمہ واوجب غیرھامن صدقۃ الفطر والاضحیۃ ونفقۃ القریب المحرم کمافی البحر وغیرھا"(ص:۳/۲۸۴)

☆اترک المستقبل حتی یلتی ولاتھتم بالغد لانک اذا اصلحت یومک صلح غدک.☆

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ نصاب کی دوقسمیں ہیں ایک موجب زکوۃ اوروہ مال نامی کانصاب ہے جودَین سے خالی ہوتاہے اوردوسرا نصاب جوزکوۃ کوواجب نہ کرے وہ نصاب مال نامی کے نصاب کاغیرہے اگروہ مال مالک کی حاجت میں مستغرق ہواسے زکوۃ لینامباح ہے اگرحاجت سے زائد مال کانصاب بنتاہے اسے زکوۃ لیناحرام ہے اوروہ نصاب واجب کرتاہے زکوۃ کے غیرصدقۃ الفطر اورقربانی اورقریبی محرم کے نفقہ کوجیساکہ بحرالرائق اوراس کے غیر میں مذکور ہے۔

معلوم یہ ہوا وہ غنی جس کوزکوۃ لیناحرام ہے اوراس پرصدقۃ الفطر اورقربانی واجب ہے،وہ شخص ہوتاہے جس کے ملک میں حاجت اصلیہ کے علاوہ کوئی مال دوسودرہم کی مالیت کاموجود ہوجیساکہ ہم پہلے ذکرکرچکے ہیں۔

دودھ دینے والی گائے یابھینس حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہے۔جس شخص کے ملک میں دودھ دینے والی گائے یابھینس موجود ہو،جس کی قیمت دوسودرہم ہوایسی گائے یابھینس کے مالک کوزکوۃ لیناحرام ہے اوراس پرصدقۃ الفطر اورقربانی واجب ہے اوربیل حاجت اصلیہ میں داخل ہیں اس لئے ان کامالک زکوۃ لےسکتاہے۔

غنی کے مقابلہ میں جس فقیر کاذکرکیاجاتاہے،وہ شخص ہے جس کے ملک میں حاجۃ اصلیہ کے علاوہ دوسودرہم مالیت کاکوئی مال موجود نہ ہواس فقیرکوزکوۃ لیناجائزہے،اس پرصدقۃ الفطر اورقربانی واجب نہیں ہوتی۔یعنی غنی کی دوقسمیں ہیں:ایک غنی جس پرزکوۃ اورقربانی اورصدقۃ الفطر واجب ہوتاہے۔دوم غنی جس پرزکوۃ واجب نہیں ہوتی مگرقربانی اورصدقۃ الفطر واجب ہوتاہے اوراسے زکوۃ دینااوراس کوزکوۃ لیناحرام ہے۔اورفقیران دوکے ماسواکوکہاجاتاہے۔بعض لوگ اس آدمی کوبھی فقیر سمجھتے ہیں جس پرزکوۃ واجب نہیں ہوتی مگرقربانی اورصدقۃ الفطر واجب ہوتاہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں فقیر کااطلاق مسکین کے مقابلہ میں ذکرکیاگیاہے اورفقہاء نے فقیر کی تعریف یہ فرمائی:”ھومن له ادنی شیء“اورمسکین کی تعریف فرمائی:”من لاشی ء له“یعنی فقیروہ ہے جس کے ملک میں کچھ مال ہواورمسکین وہ ہے جس کے ملک میں کچھ نہ ہو۔دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:”اومسکیناذامتربه“(البلد:۱۳)یامسکین جوتراب والاہے یعنی جس نے کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے گڑھاکھودکراپنی جلداورسترکومٹی سے چھپایاہواہے۔(شامی)

زکوۃ کے وجوب میں غنی سے مراد وہ شخص ہوتاہے جومال نامی میں سے کسی مال کے نصاب کامالک

☆طہرقلبك من الحسد،ونقه من الحقد،واخرج منه البغضاء،وازل منه الشحناء.☆

ہواوراس کانصاب دَین سے خالی ہو۔(خلاصہ درمختاراور ردالمحتار ۳/۲۸۴)

ایک تولہ سونے کے مالک پرقربانی اورفطرواجب ہے:

جیسا کہ غنی کی تعریف میں گذر چکاہے موجودہ زمانہ میں اگرکسی آدمی کے پاس ایک تولہ سوناہوجس کی قیمت دوسودرہم کے مساوی بنتی ہے اس پرقربانی اورصدقۃ الفطر واجب ہوگااگرچہ زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ صدقۃ الفطر اورقربانی کے وجوب کے لئے دوسودرہم کی مالیت کے مال کاہونالازم ہے،زکوۃ کے نصاب کاہونالازم نہیں۔اسی طرح اگرکسی آدمی کے ملک میں حیوانات سائمہ میں سے ایک اونٹ یاایک بھینس یا گائے یامتعددبکریاں موجود ہیں اگرچہ حیوانات سائمہ کااپنا نصاب نہیں ہے اوراس جانوریاجانوروں کی قیمت دوسودرہم یازائدبنتی ہے تواس پرصدقۃ الفطر اورقربانی واجب ہے اورزکوۃ واجب نہیں ہے۔

آج ایک گائے یابھینس ملک میں ہوتو بھی قربانی اورفطرہ واجب ہے:

غلط فہمی کاازالہ:بعض علماء سمجھتے ہیں آدمی کے ملک میں زکوۃ کے تین اموال میں سے کوئی مال زکوۃ کے نصاب تک نہ پہنچتا ہو،اس پرجس طرح زکوۃ واجب نہیں ہوتی صدقۃ الفطر اورقربانی بھی واجب نہیں ہوتی۔مثلاوہ علماء کہتے ہیں جس آدمی کے پاس دودھ والی یاسائمہ بھینس موجود ہے اوراس کی قیمت دوسودرہم چاندی یااس سے زائد ہے یاایک یادوتولہ سوناموجود ہے اوراس سونے کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یازائد ہے اس پرصدقۃ الفطر اورقربانی واجب نہیں ہوگی،علماء کایہ قول غلط ہے کیونکہ بھینس یاگائے حاجت اصلیہ میں داخل نہیں،دودھ والی بھینس اورگائے حیوانات علوفۃ سے ہو یاسائمہ ہویاتجارت کے لیے ہو،تینوں صورتوں میں اس کی دوسودرہم چاندی قیمت ہونے پرصدقہ اورقربانی واجب ہوگی۔

حیوانات میں حیوانات علوفہ اورسائمہ یاتجارتی حاجتِ اصلیہ میں داخل نہیں ہوتے حاجت اصلیہ سے زائد ہوتے ہیں۔صرف فرق یہ ہے کہ علوفہ اگراپنے نصاب یانصاب سے زائد ہوں،ان پرزکوۃ واجب نہیں ہوتی اورسائمہ کااگرنصاب موجود ہے،ان کی زکوۃ مالک پرواجب ہوتی ہے لیکن دونوں میں سے کسی کی مالیت اگرچاندی کے نصاب کے برابر ہے تووہ شخص غنی ہوگا زکوۃ کامصرف نہیں ہوگااورصدقۃ الفطر اورقربانی اس پرواجب ہوگی اوروہ حیوانات جوباربرداری یاکاشت کاری کے لئے ہوتے ہیں وہ

حاجت اصلیہ میں داخل ہوتے ہیں صدقۃ الفطر اور قربانی اورزکوۃ کے وجوب میں ان کا اعتبار نہیں ہوتا اسی طرح صرف ایک یا دوتولہ سونا کے مالک پرزکوۃ تو واجب نہیں ہوگی مگر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہوگی شرعاً ایسا آدمی غنی ہے زکوۃ کا مستحق نہیں ہوگا اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔(خلاصہ کتب فقہ)

غنی عامل اور مسافر کا حکم:

عامل (زکوۃ جمع کرنے والا) اورمکاتب اورمسافر غنی بھی ہوں زکوۃ کے لئے مصرف ہوتے ہیں مگر مسکین اور مدیون اور فی سبیل اللہ کا مصداق مجاہد ہو یا حاجی، جو بھی ہوزکوۃ کا مصرف اس وقت ہوتا ہے جب غنی نہ ہوفقیر ہو یعنی ان میں فقیر ہونا شرط ہے۔(ردالمحتار ص:۲۸۳/۳)

دوسرا مصرف مسکین:

مسکین زکوۃ کا مستحق ہوتا ہے مسکین وہ شخص ہے جس کی مالی حالت فقیر سے بھی کم تر ہواورقرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اورحضرت خضر علیہ السلام کے سفر کے تذکرہ میں کشتی والوں کو مسکین اس لئے کہا گیا شاید کشتی والے ملاح مزدور تھے کشتی کے مالک نہیں تھے یا کشتی ان کے پاس عاریۃً تھی یا بطور ترحم انہیں مسکین کہا گیا ورنہ زکوۃ کے استحقاق کے لئے مصرف وہ مسکین ہوتا ہے جس کے پاس حاجت اصلیہ کی اشیاء بھی نہ ہوں یا نصاب سے کم ہوں۔

تیسرا مصرف عامل:

عامل سے مراد ساعی اورعاشر ہوتا ہے ساعی وہ شخص ہوتا ہے جس کو حکومت زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرے، قریہ قریہ جاکر زکوۃ کے جانور جمع کرکے بیت المال کے متولی کے پاس لے آئے۔آج بھی فقراء کے لئے بنائے گئے اداروں کے متولیوں کی جانب سے سفیر اورنمائیندے متمول لوگوں اورسرمایہ داروں کے پاس جاکر زکوۃ جمع کرنے کا کام کرتے ہیں...... زکوۃ جمع کرنے والا سفیر بھی عامل ہوتا ہے اورعاشر وہ شخص ہوتا ہے جو حکومت کی جانب سے تجارتی راستوں پر مقرر ہواور گذرنے والے تاجروں سے مال تجارت کی زکوۃ وصول کرنے پر مامور ہو۔

موجودہ دور میں ساعی اور عاشر کا رواج ختم ہو چکا ہے بعض اداروں کی جانب سے سفیر مقرر کئے جاتے ہیں وہ اپنے ملک اوردوسرے ملکوں سے مدرسہ یا فقراء کے لئے قائم اداروں کے لئے زکوۃ جمع کرتے

ہیں یہ سفیر بھی عامل کے حکم میں ہوتے ہیں ان کو عرف کے مطابق متولیوں کی جانب سے زکوۃ کے مال سے اجرت دینا جائز ہے اور یہ بھی زکوۃ کا مصرف ہیں۔عامل کا مصرف ہونا قرآن سے ثابت ہے ایسا شخص اپنے کام اور عمل کی وجہ سے زکوۃ کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ غنی ہو اسی طرح مدرسہ کا ناظم یا مہتمم جو مدرسہ سے تنخواہ نہیں لیتا یا اس کی تنخواہ حاجت سے کم ہوتی ہے وہ عامل کے حکم میں ہے وہ عرف کے مطابق بقدر کفایت زکوۃ کے اموال سے زکوۃ لے سکتا ہے۔(رفیق حسنی)

تنخواہ یا اجرت بقدر کفایہ کا ذکر:

کفایت کا مفہوم بہت وسیع ہے ہر دور کے اخراجات اور تقاضے مختلف ہوتے ہیں اور ہر ناظم کے زیر کفالت اہل وعیال کے افراد بھی مختلف ہوتے ہیں خلفاء راشدین بھی زیر کفالت افراد کے حساب سے بیت المال سے وظیفہ لیتے تھے۔آج اگر کوئی شخص زکوۃ وصول کرنے کے لئے اندرون ملک یا بیرون ملک سفر کرتا ہے اس کے لئے دستیاب سواری جانے والے کی حیثیت اور سفر کی کیفیت کے مطابق جہاز ریل اور ٹرانسپورٹ ہوسکتی ہے مثلاً پاکستان سے بیرون ملک جانے والے سفیر یا ناظمین حضرات جہاز کے ذریعے جائیں گے پھر وہاں قیام ہوٹل میں لازم ہو تو جہاز اور ہوٹل اور خورد ونوش کے اخراجات لاکھوں میں جاکر بنتے ہیں اسی طرح اپنے گھر کے افراد کی کفایت معاشرہ میں رہنے والے افراد کے لیول کے مطابق رکھنا بھی مناسب ہوتا ہے بچوں کی تعلیم کے اخراجات اور گھریلو اخراجات ماہانہ ہزاروں میں جاکر بنتے ہیں دنیاوی اسکولوں کے ادنی ٹیچر جو اسکول کو صرف چار یا پانچ گھنٹے وقت دیتے ہیں ان کی ماہانہ تنخواہوں کا تناسب بیس ہزار سے لاکھوں روپے تک ہوتا ہے جب دنیاوی تعلیم کے لئے مختصر وقت دینے والوں کی اجرت کا یہ تناسب ہے تو دینی تعلیم دینے والوں کی تنخواہیں اور پھر مدرسوں کے لئے کل وقت وقف کرنے والے ناظمین کی تنخواہیں اور آمد ورفت کے لئے کرایہ کی گاڑی کے اخراجات ہزاروں میں ہوسکتے ہیں۔ان حضرات کے لیے مدرسوں کے فنڈ سے حسب رواج اور عرف دیانتداری سے مناسب اخراجات اور تنخواہیں وصول کرنا جائز ہے اور اگر کسی ادارہ کا متولی یا ناظم زکوۃ اور صدقات جمع کرنے کے لئے یا ادارہ میں رہائش پذیر فقراء کی دیکھ بھال کے لئے وقت نہیں دیتا وہ تولیہ اور نظامت کے عمل کا معاوضہ نہیں لے سکتا اور اگر متولی یا عامل کے پاس جمع شدہ زکوۃ کی رقم ہلاک ہوجائے تو متولی یا عامل اپنے عمل کے معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا جس طرح

مضاربۃ کا مال ہلاک ہوجائے تو مضارب کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ عامل جمع کردہ زکوۃ میں سے عمل کے مطابق اجرت کا حق دار ہوتا ہے جب زکوۃ کا مال ہلاک ہوگیا تو اجرت جوزکوۃ کے مال کا حصہ تھی، وہ بھی ہلاک ہوگئی۔ (ردالمحتار:۳/۲۸۴)

مدرسہ کے ناظم کی تنخواہ کا حکم:

اگرمدرسہ یافقراء کے کسی ادارہ کا ناظم یا متولی مدرسہ یاادارہ کی دیکھ بھال اوررہائش پذیرطلباء اورفقراء کے انتظامی امورکی نگرانی کرتا ہے اوراس کا معاوضہ لیتا ہے اسے عرف اوررواج کے مطابق ماہانہ تنخواہ لینی چاہیے۔

عامل اورسفیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر ہاشمی ہو کیونکہ زکوۃ فنڈ سے عامل کی اجرت میں صدقہ اورزکوۃ ہونے کا شبہ ہے لہذا زکوۃ کی وجہ سے مناسب ہے عامل ہاشمی کوتنخواہ زکوۃ کے فنڈ سے نہ دی جائے بلکہ دوسرے فنڈ سے دے دی جائے زکوۃ فنڈ سے دینا مکروہ ہے حرام نہیں (ردالمحتار)

اوراگرکوئی ہاشمی یاسید کسی مدرسہ کا ناظم یامدرسہ میں مدرس اورملازم ہواس کوزکوۃ فنڈ سے تنخواہ دیناجائز ہے کیونکہ مدرسہ کے فنڈ سے تنخواہیں مدرسہ میں زیرتعلیم زکوۃ کے مستحقین طلباء اورطالبات کی جانب سے دی جاتی ہے گویاطلباء اورطالبات اپنے مال سے تنخواہیں دے رہے ہیں اوریہ تنخواہیں حدیث''لھاصدقة ولناھدية''(سیدہ بریرہ کے لیے صدقہ ہے اوراس کی طرف سے ہمارے لیے ہدیہ ہے) کے تحت جائز ہوں گی۔

بیت المال کا عامل اورمدارس کا سفیرغنی بھی ہوسکتا ہے۔غنی اپنے عمل اوروقت صرف کرنے کی اجرت لیتا ہے لہذا ہاشمی کی طرح غنی کے لئے یہ کرامت نہیں کہ شبہ زکوۃ سے اجتناب کرے۔(ردالمحتار:۳/۲۸۵)

مدارس کے سفیروں کوجمع کردہ زکوۃ سے پچاس فیصد دیناجائز ہے:

مدارس کے لئے مقررسفیروں اورعاملوں کوفی صد کے حساب سے اجرت دی جاتی ہے کہ جمع کردہ زکوۃ سے مثلا دس فیصدیااس سے زائداجرت دی جائے گی شرعامعاہدہ میں عامل یاسفیر کے لیے سفری اخراجات کے علاوہ پچاس فیصد تک اجرت یاکمیشن طے کیاجاسکتا ہے اورچونکہ اس اجرت اورکمیشن کاتعلق جمع کردہ زکوۃ کے مال کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اگرزکوۃ کا مال ہلاک ہوجائے تو کمیشن بھی

ہلاک ہوجائے گا اور عامل اور سفیر کسی چیز کا مستحق نہیں رہے گا جب کل ہلاک ہوگیا تو اس کا جزء بھی ہلاک ہوگیا اور اگر جمع شدہ مال سے بعض ہلاک ہوگیا تو اس کا فی صد بھی ہلاک ہوگیا۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

(وقوله فيحتاج الى الكفاية)لكن لايزادعلى نصف ماقبضه كماياتي ولايستحق لوهلك ماجمعه لان مايستحقه منه اجرة عمالته من وجه (الى)وانه يتعلق بالمحل الذي عمل فيه فاذا هلك سقط حقه كالمضارب.اه"(ص:۳/۲۸۴)

ترجمہ: مصنف کا قول (فيحتاج الى الكفاية) کہ عامل کفایۃ کے لئے محتاج ہوگا لہذا اس کو زکوۃ سے اجرت دینا جائز ہے لیکن حاصل کردہ زکوۃ کے نصف سے زائد نہ ہو جیسا کہ عنقریب آئے گا' اور اگر جمع شدہ زکوۃ کا مال ہلاک ہوجائے' جس اجرت کا اسی مال سے عامل مستحق تھا' تو اب مستحق نہیں رہے گا کیونکہ جتنے مقدار کا مستحق تھا وہ اسی جمع شدہ مال میں اپنے عمل کی وجہ سے مستحق تھا اور وہ اس کے عمل کی اجرت تھی (تا) اور اس اجرت کا تعلق اس محل کے ساتھ ہے جس محل میں اس نے عمل کیا جب وہ محل یعنی مال ہلاک ہوگیا تو اس کا حق بھی ساقط ہوگیا جس طرح مضارب کا حق ہوتا ہے۔

درمختار میں ہے:

"فيعطي (تا)بقدرعمله مايكفيه واعوانه بالوسط.الخ"(ص:۳/۲۸۶)

ترجمہ: عامل کو اس کے عمل کے تناسب سے دیا جائے جو اسے اور اس کے (معاونین) اہل وعیال کے لئے درمیانی سطح کے خرچ کے حساب سے ہو۔

اور شامی میں ہے:

"قوله بالوسط فيحرم ان يتبع شهوته في الماكل والمشرب لانه اسراف محض.الخ".

سفیر پر حرام ہے کہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں اپنی خواہشات کی اتباع کرے کیونکہ یہ محض اسراف ہے۔

عامل کو ملنے والے حصہ کو فقہاء عمالہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جس کا مفہوم فی صد اجرت ہوتی ہے ہم اپنی زبان میں اسے کمیشن کہتے ہیں چنانچہ شامی میں ہے:

"ولايستحق لوهلك ماجمعه لان مايستحقه منه اجرة عمالته من وجه كمامرقال في المعراج لان عمالته في معنى الاجرة"(ص:۳/۲۸۵)

ترجمہ: اور عامل طے شدہ حصے کا مستحق نہیں ہوگا اگر جمع شدہ مال ہلاک ہوجائے اس لئے کہ وہ جس

حصہ کا مستحق تھا وہ اس مال میں تھا وہ اس کے من وجہ عمالہ کی اجرت تھا جیسا کہ گذرا معراج کے مصنف نے کہا اس لئے کہ اس کا عمالہ (کمیشن) اجرت کے معنی میں ہوتا ہے۔

کمیشن کا حکم:

معلوم ہوا کمیشن لینا اور دینا جائز ہے بشرطیکہ کسی عمل کے معاوضہ میں ہو گویا کمیشن عامل کے عمل کی اجرت ہوتی ہے اور اگر کوئی عمل نہ ہو تو کمیشن لینا اور دینا دونوں حرام اور ناجائز ہیں جیسا کہ آج کل میڈیکل اسٹور یا جنرل اسٹور والے ڈاکٹروں اور سپلائی کرنے والے لوگوں کو کمیشن فقط اس لئے دیتے ہیں کہ وہ مریضوں اور اہل حاجت کو ان کے اسٹوروں پر ادویہ اور اشیاء خریدنے کے لئے بھیجتے ہیں۔

کسی کام کے لئے وقت دینا اور انتظار کرنا بھی عمل بلکہ اہم عمل ہے جیسا کہ دفتروں میں کاروبار ہوتے ہیں ایک آدمی کسی کے کام کے لئے بیٹھا ہوتا ہے تاکہ اس کا کام ہو جائے' بلٹیاں چھڑانا اور اشیاء وصول کرنا وغیرہا کے لیے بھاگ دوڑ اور وقت دینا ہوتا ہے لہذا وقت کی اجرت بھی عمل کی اجرت کی طرح جائز ہے۔

عامل یا سفیر کے کمیشن کی رقم عرف کے مطابق ہونا ضروری ہے کرائے اور سفر کے اخراجات کے علاوہ اہل وعیال کی کفالت کے لیے پچاس فی صد تک کمیشن سفیروں کو دینا جائز ہے لیکن اگر پچاس فیصد کمیشن سفیر کے شخصی اخراجات سے بھی کم ہوں چہ جائیکہ اس کے اہل وعیال کی کفایت کرے تو کمیشن پچاس فیصد سے زائد بھی دینا جائز ہے یہ اسراف نہیں ہوگا۔ (رفیق حسنی)

مدرسہ کا فنڈ ہلاک ہو جائے تو مدرسین کی تنخواہیں ساقط نہیں ہوتیں:

فیصد حصہ اجرت یا کمیشن اور تنخواہ میں فرق ہے کہ جمع شدہ مال کے ہلاک ہونے سے فیصد ہلاک اور ساقط ہو جائے گا مگر تنخواہ ساقط نہیں ہوگی کیونکہ تنخواہ کا تعلق عمل کے ساتھ ہوتا ہے' مال کے ساتھ نہیں ہوتا۔ (محمد رفیق حسنی)

چوتھا مصرف مکاتب:

عبد مکاتب بھی زکوۃ کا مستحق ہے اور آیت میں ''فی الرقاب'' سے یہی عبد مراد ہے۔ مکاتب عبد یا امۃ وہ آدمی یا عورت ہوتی ہے جو اپنے مولی (مالک) کے ساتھ عقد مکاتبت کرتے ہیں کہ آپ اتنی رقم کے معاوضہ میں ہمیں آزاد کریں۔ اگر مالک قبول کر لے' عبد مکاتب کہلاتا ہے وہ ذات اور رقبہ کے لحاظ سے مملوک ہوتا ہے مگر ید اور قبضہ اور تصرف کے لحاظ سے آزاد ہوتا ہے وہ جو کچھ کسب کرتا ہے اس

کا وہ مالک ہوتا ہے مگر مالک مستقر نہیں ہوتا اگر کسب سے حاصل مال کی وجہ سے وہ غنی بھی ہوا سے زکوۃ دینا جائز ہے وہ بدل کتابت ادا کرنے تک زکوۃ لے سکتا ہے اور اسے بدل کتابت میں بلکہ دوسری ضروریات میں زکوۃ خرچ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ زکوۃ کی شرط تملیک ہے کہ مستحق کو مالک بنادیا جائے اور مکاتب کا مستحق ہونا قرآن سے ثابت ہے اور وہ مالک بھی بن سکتا ہے اس لئے تملیک متحقق ہونے کی وجہ سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (درمختار۔ص:۳/۲۸۶)

اگر مکاتب کسی ہاشمی کا عبد ہو تو اسے زکوۃ دینا جائز نہیں جب ہاشمی کے آزادکردہ غلام کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے تو مکاتب کو بطریق اولی زکوۃ دینا جائز نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مکاتب جب رقبۃ اور ذات میں مولیٰ (مالک) کا ملک ہے من وجہ زکوۃ مولی کے لئے واقع ہوگی اور ہاشمیوں کے حق میں زکوۃ کے شبہ کا حکم حقیقۃ والا ہوتا ہے شامی میں ہے:

"والشبهة معتبر ةفي حقه للكرامة بخلاف الغنى" (ص:۳/۲۸۷)

یعنی اور زکوۃ کا شبہ ہاشمی کے حق میں اس کی کرامت اور عزت کی وجہ سے معتبر ہے بخلاف غنی کے۔

اگر مکاتب بدل کتابت دینے سے عاجز ہو گیا اس کے پاس جمع زکوۃ اس کے مولی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس کے غنی مولیٰ کے لئے حلال ہوگی کیونکہ زکوۃ مکاتب کے ملک سے غنی کے ملک کی طرف منتقل ہوئی ہے اور تبدل الملک بمنزلۃ تبدل العین ہوتا ہے اور حکم بدل جاتا ہے۔ شامی میں ہے:

"وتبدل الملک بمنزلة تبدل العين وفي الحديث الصحيح وهو لها صدقة ولناهدية" (ص:۳/۲۸۷)

ترجمہ: اور ملک کی تبدیلی بمنزلہ عین کی تبدیلی کے ہوتی ہے اور صحیح حدیث میں ہے (وہ صدقہ سیدہ بریرہؓ کے لئے) صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

صرف زکوۃ ادا کرتے وقت زکوۃ کا مستحق ہونا لازم ہے:

وہ فقیر جو زکوۃ وصول کرنے کے وقت فقیر تھا بعد میں غنی ہو گیا اور مسافر زکوۃ وصول کرتے وقت مسافر تھا پھر اپنے مال تک پہنچ گیا ان کے لئے وصول کردہ زکوۃ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ زکوۃ لیتے وقت استحقاق ضروری ہے شامی میں ہے:

"لان المعتبر في كونه مصرفا هووقت الدفع وكذايقال في ابن السبيل

☆جدد حياتك بتنوع اساليب معيشتك وغير من الروتين الذى تعيشه. ☆

"(ص:۳/ ۲۸۷)

کیونکہ مصرف ہونے میں معتبر زکوۃ دینے کا وقت ہے اسی طرح مسافر میں کہا جائے گا۔

طالب علم غنی بھی ہو،زکوۃ کا مستحق ہوتا ہے:

عامل کے لئے زکوۃ لینے کے جواز کی علت اس کا زکوۃ وصول کرنے کا عمل ہے اگر چہ وہ غنی ہو زکوۃ لے سکتا ہے اس علت کی بنیاد پر واقعات نامی کتاب میں مذکور اس فتوی کو تقویت ملتی ہے کہ طالب علم کو زکوۃ لینا جائز ہے اگر چہ وہ غنی ہو بشرطیکہ علم کے افادہ اور استفادہ کے لئے طالب علم اپنی ذات کو وقف کر دے کیونکہ وہ کسب اور مزدوری نہیں کر سکتا اور حاجات کا تقاضہ ہے کہ اس کے لئے ضروری مال ہونا چاہیے لہذا غنی طالب علم بھی غنی مسافر اور غنی عامل کی طرح زکوۃ لے سکتا ہے۔علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں میں نے جامع الفتاوی میں دیکھا انہوں نے لکھا مبسوط میں ہے اس آدمی کو زکوۃ دینا جائز نہیں جو نصاب کا مالک ہے مگر طالب علم اور غازی اور منقطع الحاج کو کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

"یجوز دفع الزکوۃ لطالب العلم وان کان له نفقه اربعین سنة"(ص:۳/ ۲۸۵)

یعنی طالب علم کو زکوۃ دینا جائز ہے اگر چہ اس کے پاس چالیس سال کا نفقہ موجود ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں یہ حکم فقہاء کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے لہذا زیادہ قابل اعتماد بات یہ ہے کہ طالب علم کے لئے بھی فقیر ہونا شرط ہے۔

آج کل دین کے طالب علم بہت کم لوگ ہیں اور بعض طالب علم شادی شدہ اور بچوں کے کفیل ہوتے ہیں اگر وہ کاروبار شروع کر دیں تو یقیناً نہیں پڑھ سکیں گے اس لئے اگر آج حدیث شریف اور واقعات اور جامع الفتاوی کی روایات پر فتوی دیا جائے تو غیر مناسب نہیں ہوگا۔(محمد رفیق حسنی)

پانچواں مصرف مقروض:

زکوۃ کے لئے پانچواں مصرف وہ مقروض ہے جو دَین کی مقدار سے زائد کسی مال کے نصاب کا مالک نہ ہو درمختار میں ہے:

"ومدیون لایملک نصابافاضلاعن دینه"(ص:۳/ ۲۸۹)

ترجمہ:اور مدیون جو ایسے نصاب کا مالک نہ ہو جو اس کے دَین سے زائد ہو۔

نصاب سے مراد مطلق نصاب ہے کہ مال نامی کا نصاب ہو یا حوائج اصلیہ سے زائد مال کی مالیت نصاب

☆الفجر المنبہات والاکثار منہا کالنساء والقہوۃ مواہنہ التدخین والشیشۃ وغیرہا. ☆

کے مساوی ہو یعنی غنی ہو لہذا وہ مدیون جو دَین کی مقدار وضع کرنے کے بعد غنی نہیں رہتا وہ زکوۃ کا مصرف ہے اور ظہیریہ میں ہے مدیون کو زکوۃ دینا فقیر کو دینے سے افضل ہے کیونکہ مدیون زیادہ محتاج ہے۔

اگر کسی شخص کے قرضے ڈوب اور پھنس گئے ہیں' مقروض سے واپس نہیں لے سکتا اگرچہ قرضوں کی رقم نصاب یا نصاب سے زائد ہو اور اس کے ملک میں قرضوں کے علاوہ اتنا مال نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ غنی ہو تو وہ بھی زکوۃ کا مصرف ہے اگرچہ دیون اور قرضوں کے مالک ہونے کی نسبت سے وہ غنی ہے اس کی مثال مسافر غنی کی ہے جس کے پاس مال نہیں ہوتا' مال غائب ہوتا ہے۔ (درمختار ص:۲۸۹/۳)

مدیون کے مصرف ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ مدیون ہاشمی نہ ہو کیونکہ ہاشمی مدیون کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے' جیسا کہ گذرا۔

چھٹا مصرف فی سبیل اللہ:

زکوۃ کا چھٹا مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ امام محمد کے نزدیک فی سبیل سے مراد مجاہدین ہیں جو نفقہ کے ہلاک یا سواری کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہو گئے ہیں ان کو زکوۃ دینا جائز ہے تا کہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ جا کر جہاد کریں۔ امام ابو یوسف نے فرمایا فی سبیل اللہ سے منقطع الحاج مراد ہیں کہ نفقہ یا سواری ہلاک ہو جانے کی وجہ سے حج کرنے سے اسے محروم ہونے کا خطرہ ہے اور بعض علماء نے فرمایا فی سبیل اللہ سے مراد طالب علم ہیں جب وہ محتاج اور فقیر ہوں۔ بہرصورت فی سبیل اللہ سے جو بھی مراد ہو سب میں فقیر ہونا شرط ہے اس اختلاف کا ثمرہ وصیت یا اوقاف میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے وصیت یا وقف میں فی سبیل اللہ کا کلمہ استعمال کیا تو مراد کیا ہوگا حاجی یا غازی یا طالب علم۔ مذکورہ تین اقوال سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔ زکوۃ میں تینوں کو زکوۃ دینا جائز ہوگا کیونکہ سب کے لیے فقیر ہونا شرط ہے۔ (درمختار، ص:۲۹۰/۳)

للفقراء میں چونکہ لام تملیک کے لئے ہے اس لئے فی سبیل اللہ سے مراد افراد ہوں گے کیونکہ مالک ہونے کا تصور افراد میں ہو سکتا ہے مطلق رفاہی کام مراد نہیں ہوں گے کیونکہ رفاہی کاموں میں تملیک نہیں ہو سکتی۔ لہذا مساجد اور پلوں اور مسافر خانوں پر زکوۃ خرچ کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

ساتواں مصرف مسافر:

آیت کریمہ میں ابن السبیل سے مراد مسافر ہے کیونکہ راستہ مسافر کے لئے لازم ہوتا ہے اسے اس لئے

☆اعتن بنظافة ثوبك وحسن رائحتك وترتيب مظهرك مع السواك والطيب.☆

ابن السبیل یعنی راستہ والا کہا جاتا ہے۔زکوۃ کا مصرف وہ مسافر ہوتا ہے جس کے ملک میں مال کے نصاب یا نصاب سے زائد کا مقدار تو ہو مگر اس کے ساتھ سفر میں نہ ہو اور اسے سفر میں اپنے مال پر تصرف کی قدرت حاصل نہ ہو،مسافر وطن میں نہ ہو یا وطن میں ہو اور اس کے دیون اور قرضے لوگوں پر واجب ہوں مگر لینے کی قدرت نہ ہو کیونکہ ایسا شخص اگر چہ غنی ہوتا ہے مگر مال قبضہ میں نہ ہونے کی وجہ سے اسے مال پر تصرف کی قدرت نہیں ہوتی لہذا مسافر بالفعل فقیر ہوتا ہے اور حاجات بالفعل موجود ہوتی ہیں اس لئے اس کو زکوۃ دینا جائز ہے۔بہتر یہ ہے کہ مسافر قرض لے کر حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے اگر قرض نہ ملے تو زکوۃ لے سکتا ہے اور جب اپنے مال پر قادر ہو جائے حاصل کردہ زکوۃ صاحب مال کو واپس کرنا یا اتنی مقدار فقراء پر صدقہ کرنا ضروری نہیں جس طرح فقیر جب غنی ہو جائے اور مکاتب جب عاجز ہو جائے تو انہیں زکوۃ دہندہ کو حاصل کردہ زکوۃ واپس کرنا لازم نہیں اور نہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔اسی طرح مسافر کے پاس حاجت سے زائد بچ جانے والی زکوۃ کا صدقہ کرنا واجب نہیں ۔(ردالمحتار:ص:۲۹۰/۳)

اگر سوال کیا جائے کہ فی سبیل اللہ سے حاجی یا غازی مراد ہیں جس کے پاس مال نہیں رہا ختم ہو گیا یا ہلاک ہو گیا اگر حاجی یا غازی فقیر ہیں تو فقیر کے اقسام میں داخل ہیں اور اگر غنی ہیں تو مسافر میں داخل ہیں لہذا یہ دونوں ایک مصرف ہیں تو مصرف کے سات اقسام کس طرح ہوں گے۔

جواب:غازی اور حاجی فقیر ہیں مگر حاجی اور مجاہد اللہ تعالی کی عبادۃ کی وجہ سے اور اپنے قافلہ سے منقطع ہونے کی وجہ سے مطلق فقیروں کا غیر شمار ہوں گے اس لئے اقسام سات بنیں گے۔(ص:۲۹۰/۳)

وہ شخص بھی مسافر کے حکم میں ہے جس کا کل مال میعادی دَین (مؤجل) ہے اور اپنی حاجات کی کفایت کے لئے اس کے پاس مال نہیں رہا یا اس آدمی کا دَین ایسے آدمی پر ہے جو غائب ہے۔اگر چہ غائب پر دَین حالی اور غیر مؤجل ہے،اس قسم کے آدمیوں کو بقدر حاجت زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ حاجات کی کفایت کے لئے ان کے پاس مال نہیں اور دَین مؤجل اجل سے پہلے نہیں مل سکتا اور غائب سے وصول کرنا ممکن نہیں اس لئے ان کو حلول اجل اور غائب کی واپسی تک زکوۃ لینا جائز ہے اور یہ شخص مسافر کے حکم میں ہے۔(شامی:ص:۲۹۰/۳)............(جاری ہے)

☆لاتقرابعض الکتب التی تربی التشاؤم والاحباط والیاس والقنوط.☆